انفرادی ملکیت پر

اسلام کی عائد کردہ حدود و قیود

فساد سرمایہ داری کا بہترین علاج

نظام سرمایہ داری کے نتیجے میں انسانی معیشت جس فساد کا شکار ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جاگیردارانہ نظام کی اصلاح کی خاطر جس نظام معاش کو انسان کی محدود عقل نے اپنی نجات کا راستہ جانا تھا وہ مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے اب اسکی ایک ایک خامی پوری طرح کھل کر دنیا کی نگاہوں کے سامنے آچکی ہے۔ بے لگام انفرادی ملکیت کی کھلی آزادی اور ارتقائے معیشت کے فطری اسباب پر بے جا اعتماد نے معیشت انسانی کی جڑیں کھوکھلی کر کے رکھ دی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی بے قید معیشت کے مبالغہ آمیز اصولوں نے انسان کو تباہی کے غار پر لا کھڑا کیا ہے۔ اور انسان اک بار پھر نجات کی کسی نئی راہ کی تلاش میں ہے۔ مگر ستم یہ ہے کہ اس بار پھر اسی غلطی کا اعادہ کرنے لگا ہے جو نظام جاگیرداری سے پیچھا چھڑانے کے سلسلہ میں وہ اس سے پہلے کر چکا ہے وہ اک بار پھر اپنی محدود اور ناقص عقل پر اعتماد کر کے ایک ایسے نظام کو تجربہ کی سان پر چڑھانے لگا ہے جسکا نقص اور جس کے مضر نتائج ابتدا ہی سے روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ دراصل جو نظام فساد سرمایہ داری کی اصل وجہ ہی نہ پہچان سکے وہ اسکی اصلاح کیا کریگا۔ اشتراکی معاشی نظام نے بنیادی ٹھوکر یہی کھائی ہے کہ وہ سرمایہ داری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اصل بیماری کی صحیح تشخیص ہی نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ غلط تجویز کی راہ پر پڑ گیا۔ اشتراکیت نے سرمایہ داری کی تمام خرابیوں کی اصل جڑ انفرادی ملکیت کے جواز کو قرار دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے فلسفۂ معیشت کی بنیاد انفرادی ملکیت کے ابطال پر رکھی اور اس بات کو سرے سے نظر انداز کر دیا کہ انفرادی ملکیت کا ابطال فطرت انسانی

کے تقاضوں کی عین ضد ہے۔ انفرادی ملکیت کا جواز تو وہ بنیاد ہے جس پر قدیم ترین زمانہ سے انسانی معیشت کی تعمیر ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ تو بنی نوع انسان کے ہر فرد کا وہ حق ہے جسکو تمام مذاہب سارے فلسفہ ہائے حیات اور ہر زمانہ کے قوانین ابتدائے دنیا سے مسلّم مانتے چلے آئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ سرمایہ داری کے فساد کے پیدا کرنے میں انفرادی ملکیت کے سرمایہ دارانہ تصوّر کا ایک حصّہ ضرور تھا مگر اس معنی میں نہیں کہ محض اس کا جواز ہی خرابی کی اصل وجہ ہو جیساکہ اشتراکیت نے سمجھا بلکہ وہ اس معنی میں تھا کہ نظامِ سرمایہ داری میں انفرادی ملکیت کے حصول کے حق اور اسکو اپنے تصرف و استعمال میں لانے کے اختیار کے معاملہ میں افرادِ معاشرہ کو بالکل بے قید اور بے لگام چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور اس بات کا قطعاً کوئی انتظام نہ کیا گیا تھا کہ انفرادی حقوق کا استعمال اجتماعی مفاد کیلئے مضر نہ ہونے پائے۔ اشتراکیت کی نظر اس حقیقت کی طرف نہ گئی اس نے انفرادی ملکیت کو سرے سے ہی فساد کی جڑ سے تعبیر کیا اور اسکو مٹانے کے درپے ہو گئی، کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کا نتیجہ بنی نوع انسان کے حق میں پہلے سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوا۔

جس حقیقت کیطرف انسان کی محدود و ناقص عقل راہ نہ پاسکی وہ انسان کے پیدا کرنے والے کی نظر سے پوشیدہ نہ تھی۔ اسلام جو خالق کائنات کا بھیجا ہوا دین ہے انسانی معیشت کے تمام پہلوؤں سے کماحقہٗ واقف تھا۔ اسے معلوم تھا کہ انفرادی اور اجتماعی حیثیتیں انسانی زندگی کے دو مختلف پہلو ہیں جن کا باہم مربوط رہنا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے انفرادی ملکیت کے حق کو بدستور برقرار رکھا لیکن اسکو ایسی حدود و قیود کا پابند بنا دیا کہ ان کے ذریعہ سے اجتماعی مفاد کا تحفظ بھی بدرجۂ اتم حاصل رہا۔ اسلام نے انفرادی ملکیت کے حصول کو بھی جائز و ناجائز کی تفریق کا پابند بنا دیا اور اس پر انسانی تصرف و استعمال کے حق کو بھی محدود اور مقید کر دیا اور اس طرح ان تمام خرابیوں کا ابتداہی سے سدِ باب کر دیا جن سے سرمایہ داری کے مطلق و غیر محدود تصور ملکیت کے نتیجے میں آج ہم دوچار ہیں۔ زیرِ نظر تحریر میں اسی بات کا جائزہ لینا ہے کہ انفرادی ملکیت کے حق پر اسلام کی عائد کردہ حدود و قیود سرمایہ دارانہ نظام کی تمام خرابیوں کا کس طرح مکمل طور پر اور ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیتی ہیں۔

فسادِ سرمایہ داری کی اصل بنیاد — سرمایہ داری کی تمام تر خرابیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نے انفرادی ملکیت اور اس کے حصول کی کوششوں کے سلسلہ میں اچھے اور بُرے

کی کوئی تمیز نہیں رکھی، اس نے شخصی آزادی کا ایک مبالغہ آمیز تصور اختیار کرتے ہوئے قطعاً اس بات کا خیال نہ رکھا کہ اس آزادی فرد کے نتیجے میں اجتماع کا مفاد مجروح نہ ہو اس نے افراد کو کھلی چھٹی دیدی کہ وہ جسطرح چاہیں دولت کمائیں اور اس کے جائز مالک بن جائیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرمایہ دار اپنے بدنام مفہوم میں سرمایہ دار بنتا ہی ناجائز ذرائع سے ہے اگر آج سود کا کاروبار بند کر دیا جائے۔ آلات مال کو ممنوع ٹھہرا دیا جائے۔ غائب سودے اور تجارتی قمار بازی کو سرے سے ختم کر دیا جائے۔ TRADE CYCLE (کاروبار کا چکر) کے نام پر جو مصنوعی کساد بازاری ہر سال ارادتاً پیدا کی جاتی ہے، اسکی قانونی طور پر روک تھام کی جائے اسی طرح دولت کمانے کے دیگر وہ تمام ذرائع جو اجتماعی مفاد کے لئے نقصان دہ ہیں حکماً مسدود کر دئے جائیں گے تو ہزار کوششوں کے باوجود کوئی ایک شخص بھی اس قدر دولت مند نہیں ہو سکتا کہ اس پر سرمایہ دار کے مفہوم کا اطلاق ہو سکے۔ اسلام نے سرمایہ داری کی اس بنیادی خرابی کا پہلے ہی مرحلہ میں علاج کیا۔ اس نے ملکیت کے حصول کی کوششوں میں جائز و ناجائز کی تفریق رکھی۔ اس نے افراد معاشرہ کو دولت کمانے کی کھلی چھٹی نہیں دیدی کہ جسطرح چاہیں کمائیں بلکہ اس نے اجتماعی مفاد کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام وہ ملکیتیں درست قرار دیں جو شارع کی مقرر کردہ قیود کے اندر رہ کر حاصل کی گئی ہوں، اور وہ تمام ملکیتیں ناجائز ٹھہرائیں جو ان قیود سے تجاوز کر کے تصرف میں لائی گئی ہوں۔

اسلام نے اس سلسلہ میں جو بنیادی اصول متعین کئے ہیں، وہ ہمیں قرآن حکیم کی اس آیت سے ملتے ہیں

یا ایھا الذین آمنوا لاتأکلوا	اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا
اموالکم بینکم بالباطل	مال ناحق طور پر مت کھاؤ ہاں البتہ کوئی
الا أن تکون تجارۃ عن	تجارت باہمی رضامندی سے ہو اور اپنی
تراض منکم ولا تقتلوا	جانوں کو قتل مت کرو۔
انفسکم (سورہ نساء آیت ۲۹، ۳۰)	

اس آیت کی روشنی میں ملکیت اموال کے سلسلہ میں تین رہنما اصول سامنے آتے ہیں

اوّل یہ کہ ملکیت اموال کے حصول کیلئے تمام وہ طریقے ناجائز ہیں جن کو شریعت نے باطل ٹھہرایا ہے۔ جو خیانت اور بددیانتی پر مبنی ہوں اور جن میں ایک فرد کا فائدہ دوسرے فرد کے

نقصان پر منحصر ہو۔

دوم۔ تمام وہ ملکیتیں ناجائز اور غیر قانونی ہیں جو باہمی رضامندی کے بغیر تصرف میں لائی گئی ہوں۔

سوم۔ حصولِ ملکیت کے وہ طریقے بھی باطل ہیں جو بالآخر تمہارے اپنے لئے موجب ہلاکت ہوں یا تمہارے ہم جنسوں کے لیے یعنی اجتماع کے لیے مضر ہوں۔

پہلا اصول لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل کے الفاظ سے مستنبط ہوتا ہے۔ اس اصول کے تحت تمام وہ ملکیتیں آجاتی ہیں جو خیانت اور بد دیانتی کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہوں یا جو ایک فرد کے فائدے اور دوسرے کے نقصان پر مبنی ہوں۔ اس طرح چوری، رشوت، غبن ناپ تول میں کمی اور دیگر تمام دھوکے اور فریب کے کاروبار کے ساتھ ساتھ اکتسابِ مال کے وہ تمام ذرائع بھی ممنوع قرار پائے جو سود، جوا، سٹہ اور احتکار وغیرہ کے تحت آتے ہیں۔

دوسرے اصول کے تحت حصولِ ملکیّت کے تمام وہ ذرائع آجاتے ہیں جن میں فریقین کی باہمی رضامندی مفقود ہو۔ اسطرح الا أن تکون تجارۃً عن تراضٍ منکم کے الفاظ نے تمام وہ طریقے باطل ٹھہرا دئے جو دھوکے یا دباؤ پر مبنی ہوں۔ گویا اتلافِ مال کے تمام طریقے غائب سودوں کی ساری شکلیں تجارتی قماربازی کی کل صورتیں اور مصنوعی کساد بازاری کی تمام کوششوں کو اس آیتِ قرآنی نے ناجائز قرار دیدیا۔

تیسرے اصول نے جو لاتقتلوا انفسکم کے الفاظ سے مترشح ہے حصولِ دولت کے تمام وہ وسائل بھی مسدود کر دئے جن سے جھگڑے اور فساد کو راہ ملتی ہو یا جو انسان کے اپنے لئے مضر اور مفادِ عامہ کے خلاف ہوں۔ فحاشی پھیلانے والے کاروبار قحبہ گری، شراب اور دوسرے مسکرات کی صنعت وتجارت۔ اجارہ داریاں اور کسی معقول وجہ کے بغیر دولت اور اسکی پیدائش کے وسائل سے عام لوگوں کو کسی بھی طریقہ سے محروم کرنا سب اسی اصول کے تحت آتے ہیں۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ اسلام نے جن متذکرہ بالا ذرائعِ حصولِ ملکیت پر سخت قانونی بندشیں عائد کر دی ہیں۔ کیا یہی وہ طریقے نہیں ہیں جن کے ذریعہ لوگ کروڑپتی اور ارب پتی بنتے ہیں اسلام نے اکتسابِ مال کے جن وسائل کو جائز ٹھہرایا ہے۔ ان کی حدود میں رہ کر کیا اشخاص کیلئے بے اندازہ دولت سمیٹتے چلے جانے کا کوئی امکان باقی رہ جاتا ہے۔ حصولِ ملکیت کے ان

ذرائع کو ممنوع ٹھہرا کر کیا اسلام نے سرمایہ داری کی تمام خرابیوں کا پہلے ہی مرحلہ میں صفایا نہیں کر دیا۔

حصول ملکیت کے حق کو محدود و مقید کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام نے انفرادی ملکیت پر تصرف و استعمال کے حق کو بھی چند حدود و قیود کا پابند بنایا تاکہ ایسی صورت حال ہی پیدا نہ ہونے پائے کہ لوگ اکتساب مال کے ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پانے لگیں نیز سرمایہ دارانہ معاشرہ میں جو دیگر خرابیاں اس راہ سے جنم لیتی ہیں ان کا بھی انسداد ہو جائے۔ آئیے ذرا جائزہ لیں کہ ان حدود و قیود کے ذریعہ سے اسلام سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی کن کن خرابیوں کا سدباب کرتا ہے۔

اتلاف مال | نظام سرمایہ داری کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ تاجر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے جتنی مقدار میں چاہے اپنے اموال تجارت یا صنعتی و زرعی پیداوار کو بازار میں لانے کی بجائے ضائع کر دے خواہ کروڑوں آدمی ان اشیا کے ضرورتمند ہوں جب تاجر یا صنعتکار یہ دیکھتا ہے کہ مال کے ایک حصہ کو ضائع کر دینے سے بقیہ مال کی قیمت چڑھ جائے گی تو اسکی خود غرضی اسے اتلاف مال پر آمادہ کر دیتی ہے اور سرمایہ دارانہ مطلق تصور ملکیت اسکو اسکی اجازت دیتا ہے۔ مگر اسلام کی نظر میں مال و املاک کو جو انسانی زندگی کا سہارا ہیں ضائع کرنا پوری انسانیت کی حق تلفی اور اس پر ظلم کے مترادف ہے۔ قرآن کریم مال کے ضائع کر دینے کو فساد سے تعبیر کرتا ہے اور فساد پیدا کرنے کو حرام قرار دیتا ہے۔

واذا تولی سعی فی الارض لیفسد	اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو اس دوڑ دھوپ
فیھا ویھلک الحرث والنسل	میں رہتا ہے کہ زمین پر فساد کرے اور کھیتی
واللہ لا یحب الفساد ۔	اور جانوروں کو تلف کرے درآنحالیکہ اللہ
(سورہ بقرہ آیت ۲۰۵)	فساد کو پسند نہیں کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی صراحت فرمائی ہے کہ مال کو ضائع کرنا ممنوع ہے۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	(مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا) میں نے نبی صلی اللہ
یقول ان اللہ کرہ لکم ثلاثاً	علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ نے
قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ	تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے
السوال۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)	قیل و قال کرنا مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔

یہی مضمون صحیح مسلم کی ایک مفصل حدیث میں بھی آیا ہے۔ اسکی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

لکھتے ہیں :

"اضاعت مال سے مراد مال کو غیر شرعی طور پر صرف کرنا اور تلف بے جا کے حوالے کرنا ہے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ (معاشرہ میں) بگاڑ پیدا کرنے کے ہم معنی ہے ۔"

دراصل انسان کو اللہ کیطرف سے اشیاء میں جو حق ملکیت عطا کیا گیا ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اسے اپنے مقاصدِ حیات کے حصول کا ذریعہ بنائے اور مال کو ضائع کرنا اس منشاء کے منافی ہے ۔ اسلامی تصورِ ملکیت کے مطابق ملکیت فی الحقیقت مالکِ حقیقی کی امانت ہے اور امین کو امانت کے ضائع کر دینے کا کوئی حق نہیں ۔

استحصال بے جا | سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماریوں میں سے ایک بیماری سرمایہ دار کو استحصالِ بے جا کے مواقع فراہم کرنا ہے ۔ اس نظام میں سرمایہ دار کو بازار کی قوتوں پر غیر معمولی قابو حاصل ہو جاتا ہے وہ جب چاہتا ہے اشیاء کو گراں کر کے یا بے جا نفع اندوزی کے ذریعہ دوسروں کو استحصال کا نشانہ بناتا ہے ۔ چونکہ اسے بازار پر پوری اجارہ داری حاصل ہوتی ہے ۔ اس لئے اپنی مرضی کے مطابق اشیاء کی قیمت لاگت سے بہت زیادہ وصول کرتا ہے ۔ اشیاء کا معیار گرا دیتا ہے ۔ صرف نفع اندوزی کی خاطر سماجی ضرورت سے کم مقدار میں مال تیاری کرتا ہے ۔ غرض اپنے نفع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی فکر میں وہ دوسروں کی مضرت کی پرواہ کئے بغیر جو پالیسی چاہتا ہے اختیار کرتا ہے ۔

اور سرمایہ دارانہ نظام اسکی ان تمام پالیسیوں کو قانونی حفاظت بخشتا ہے ۔ کیونکہ اسکی نظر میں فرد کو آزادی سعی کا پورا پورا حق حاصل ہے وہ اپنی پیداوار اور اشیاء کی تیاری کو جس قدر چاہے بڑھائے ، جس قدر چاہے گھٹائے ۔ اپنے مال کی جو قیمت چاہے رکھے جتنے آدمیوں سے جس اجرت پر چاہے کام لے اپنے کاروبار کے لئے میں جو پالیسی چاہے اختیار کرے ۔ حکومت یا ریاست کو ان سارے معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ۔ اس کے نزدیک معیشت کا یہ فطری عمل ہے ۔ جس میں کسی بھی قسم کی مداخلت معیشت کے توازن کو بگاڑنے کے ساتھ ساتھ انفرادی ملکیت کے حقوق پر دست اندازی کے مترادف ہے ۔ مگر اسلام اس نقطۂ نظر کا سخت مخالف ہے ۔ وہ کہتا ہے فرد کو اپنی ملکیت اس طرح استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں جس سے دوسرے اشخاص یا بحیثیت مجموعی پورے معاشرہ کو نقصان اور ضرر پہنچے ۔ صرف دانستہ نقصان پہنچانے

ہی کا ذکر نہیں بلکہ وہ دوسروں کو مضرت رسانی کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو تو بھی اگر اس کے کسی مالکانہ تصرف سے دوسروں پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہوں تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے تصرف میں اسطرح ترمیم کرے کہ دوسرے اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی مضرت رسانی سے اجتناب کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لاضرر ولاضرار فی الاسلام	اسلام میں مضرت رسانی کی کوئی گنجائش نہیں
(یحیٰی ابن آدم کتاب الخراج)	نہ ابتداءً نہ جوابی کارروائی کے طور پر۔

ایک اور موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا:

من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق	جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے گا۔ اسکو
شق اللہ علیہ۔	اللہ نقصان پہنچائے گا۔ اور جو کسی دوسرے
(ترمذی باب ماجاء فی الخیانۃ والغش)	کو تکلیف دیگا اسکو اللہ تکلیف دیگا۔

اسی عدم مضرت رسانی کے اصول کے تحت اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ مال کو مہنگا کرنے کیلئے ذخیرہ اندوزی سے کام لیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں اسکی ممانعت فرمائی۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احتکر یرید ان یتغالی	جو مسلمانوں کیلئے نرخ گراں کرنے کی نیت
بھا علی المسلمین فھو خاطئ و	سے ذخیرہ اندوزی کرے وہ غلط کار ہے
قد برئت منہ ذمۃ اللہ۔	اور اللہ اس سے بری ہے۔
(حاکم: مستدرک: جلد ۲ ص ۲)	

...

دراصل اسلام کی نظر میں ہر ایسی کوشش مذموم ہے جو بازار کے نرخ کے فطری عمل میں دخل دینے کے مترادف ہو اور جسکا مقصود اشیائے تجارت کو گراں کرتا ہو خواہ وہ اشیا کی رسد میں مصنوعی طور پر کمی کر کے حاصل کیا جائے یا کسی دوسرے طریقہ کے ذریعہ ہو۔ اس قسم کی دخل اندازی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے۔ مسند ابوداؤد میں حضرت معقل بن یسار سے ایک روایت ہے۔ آپ نے فرمایا:

	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ	فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں
وسلم یقول من دخل فی شئ	کے بازار کے نرخ میں اس لئے دخل
من اسعار المسلمین لیغلیہ علیھم	دے کہ اسے گراں کردے تو اللہ تعالیٰ

کان حقاً علی اللّٰہ تبارک وتعالیٰ	کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ قیامت
ان یقذفہ فی معظم النار	کے دن اسے زبردست آگ میں
یوم القیامۃ۔	جھونک دے۔

اسی طرح خریدار کی شدت احتیاج اور اسکی اضطراری کیفیت سے فائدہ اٹھا کر اشیاء کو مہنگے داموں فروخت کرنے کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ فقہاء نے ایسے معاہدے کو بیع فاسد سے تعبیر کیا ہے۔ غرض اسلام ملکیت کے استعمال پر افراد کا ایسا کوئی حق تسلیم کرنے کو تیار نہیں جس سے دوسرے افراد یا بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کو نقصان اور ضرر پہنچے اور اسطرح اسلام معاشرہ میں ہر قسم کے استحصال بے جا کا دروازہ ہی بند کر دیتا ہے۔

بے جا صرف مال اور عیش کوشی نظام سرمایہ داری میں چونکہ فرد کو اپنی ملکیت پر تصرف و استعمال کا بے قید حق حاصل ہے اس لئے ہر شخص کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے کہ وہ اپنے مال کو جس مصرف میں چاہے استعمال کرے اور اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کرے کہ اس کے کسی صرف مال سے معاشرہ پر کیا مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا اس کا کوئی بے جا اور فضول مصرف معاشرہ کے دیگر ضرورتمند افراد کیلئے روزی کے کتنے مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ وہ معاشرہ کے عام معاشی حالات سے بے نیاز اپنے آرام و آسائش کے اہتمام کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ محض اظہار ثروت اور دکھاوے کیلئے بے دریغ مال صرف کرتا ہے۔ اپنی ملکیت کو جوئے بازی اور حرام سٹہ بازی میں لگانے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ شراب، زنا کاری اور دوسرے محرمات پر مال صرف کرنے میں بھی اسے کوئی عار نہیں آتی اور سرمایہ دارانہ نظام ان تمام باتوں کو اسکا قانونی حق قرار دیتا ہے، کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہوتا جو اسے بتائے کہ اس کے اس قسم کے بے جا صرف مال سے معاشرہ میں انفرادی و اجتماعی حالات کا توازن بگڑ رہا ہے۔ اور معاشرہ میں احساس محرومی، احساس کمتری، اخلاقی فساد اور حرص و ہوس کے امراض جڑ پکڑ رہے ہیں۔ اسلام ایسی صورت حال کا کسی طور روادار نہیں وہ ملکیت پر فرد کے حق تصرف و استعمال کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ ایسی اغراض کیلئے استعمال نہ کیا جائے جنہیں شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اسلام صرف مال اور استعمال ملکیت کو اس حد تک محدود بناتا ہے کہ وہ اسکی بھی اجازت نہیں دیتا کہ جائز اغراض میں سے بھی اگر کسی غرض کی تکمیل مال کی ایک خاص مقدار صرف کرکے کی جاسکتی ہے تو اس پر دانستہ اور بلا مزید فائدہ کے زائد مقدار مال صرف کیا جائے۔

غیر شرعی مصارف پر مال صرف کرنے کو اسلام تبذیر سے تعبیر کرتا ہے اور اسے خدا کی نافرمانی کے ہم معنی ٹھہراتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ (سورۃ الاسراء آیت ۲۵، ۲۶)

اور مال کو فضولیات میں نہ اڑا بیشک فضولیات میں اڑا دینے والے شیطانوں کے بھائی بند ہوتے ہیں۔

شراب زناکاری جوا سٹہ اور دوسرے محرمات شرعیہ پر صرف مال سب اسی تبذیر کے تحت آتا ہے۔ باطل افکار و خیالات کی اشاعت اور فحش باتوں کی تشہیر پر مال خرچ کرنا بھی تبذیر ہی میں داخل ہے محض اظہار ثروت اور نمود و نمائش پر صرف مال بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ غرض وہ تمام اغراض جو بذات خود ممنوع ہیں وہ تبذیر میں داخل ہیں اور ان پر صرف مال ممنوع ہے۔ تبذیر کے علاوہ جائز اغراض پر بھی ضرورت سے زیادہ صرف مال کو اسلام ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں ایسے صرف مال کو اسراف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

قرآن و حدیث میں جابجا اسراف کی مذمت آئی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین۔ (سورۃ اعراف آیت ۳۱)

کھاؤ اور پیو لیکن اسراف سے کام نہ لو بیشک وہ (اللہ) مسرفوں کو پسند نہیں کرتا۔

مال صرف کرنے سے آدمی کا مقصود اپنی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے یا سہولت اور آرام و سکون کے حصول کی خاطر مال صرف کیا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں مال کا استعمال زینت و آرائش کیلئے بھی کیا جاتا ہے جس سے انسان کے ذوق جمال کو تسکین ملتی ہے۔ اسلام ان تینوں اغراض کو اسی حد تک جائز اور درست سمجھتا ہے جس حد تک ان میں اعتدال ملحوظ رہے اور جو فائدہ مطلوب ہے۔ اس کے لئے اتنا ہی مال صرف کیا جائے جتنا اس کے لئے کافی ہو۔ قرآن کہتا ہے:

الذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ (سورۃ الفرقان آیت ۶)

(اللہ کے بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کی روش اختیار کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا من غیر اسراف ولا مخیلۃ۔　　کھاؤ پیو پہنو اور صدقہ کرو مگر اس میں اسراف یا گھمنڈ نہ ہو۔

(بخاری کتاب اللباس باب اوّل)

...

دراصل اسلام کے نزدیک مال و دولت زندگی کو باقی رکھنے کا ایک ذریعہ ہیں مگر خود زندگی کے بھی کچھ مقاصد ہیں۔ اسلام فرد سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ قیامِ حیات کے ضروری اہتمام کے بعد اپنے مال و دولت ان بلند تر مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائے نہ یہ کہ اسے عیش کوشی اور لذت اندوزی کی نظر کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لذاتِ دنیا میں انہماک اور مبالغہ کی حد تک آرام و سہولت کو ناپسندیدہ قرار دے کر اس سے اجتناب کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہے:

ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین۔　　خبردار! عیش کوشی سے اجتناب کرو کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء)

...

گردشِ دولت کی ناہمواری سرمایہ دارانہ نظام کا پورا ڈھانچہ کچھ ایسی نہج پر کھڑا کیا گیا ہے۔ کہ اس میں قدرتی طور پر دولت کی گردش ناہموار رہتی ہے۔ پورے سماج کی دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ اور دیگر افراد معاشرہ غریب سے غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ سود اور سٹہ بازی کا نظام سرمایہ دار میں دولت جمع کرنے اور اس پر سود وصول کر کے اسے بڑھانے کی حرص کا مادہ پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ نتیجتاً دولت سمٹتی رہتی ہے۔ عوام کی قوتِ خرید گھٹتی چلی جاتی ہے۔ صنعت و تجارت کساد بازاری کا شکار ہونے لگتی ہے۔ اور بالآخر پورا معاشرہ معاشی تباہی کے دہانے پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ اس صورتِ حال کے پیدا ہونے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ سرمایہ دارانہ تصوّر ملکیت کی رو سے سرمایہ دار کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اپنا سارا مال جمع کر چھوڑے ایک حبہ بھی خرچ نہ کرے خواہ اس کے اس عمل سے معاشرہ میں کیسی ہی معاشی بدحالی کیوں نہ پیدا ہو رہی ہو۔ اسلام گردشِ دولت کی اس ناہمواری کا شدت سے سدباب کرتا ہے۔ سود کی حرمت اور نظامِ زکوٰۃ کے نفاذ کے ذریعہ اس بات کا خاص انتظام کرتا ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے کے بجائے پورے معاشرہ میں گردش کرتی رہے۔ اسلام زائد از ضرورت دولت جمع کرنے کو معیوب قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے:

ولا یحسبن الذین یبخلون بما　　اور جو لوگ اس مال میں بخل کرتے ہیں جو

آتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شر لھم۔ (آل عمران : ۱۸۰)

اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں اچھا ہے، نہیں بلکہ ان کے حق میں برا ہے۔

اسی طرح سورۃ توبہ میں ارشاد ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی خبر دیدو۔

اسلام دراصل فرد سے مطالبہ کرتا ہے کہ جو کچھ اسکی ملکیت میں ہے وہ یا تو اسے اپنی ضروریات پر صرف کرے یا دوسروں کو دیدے تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ اگر کسی کو جمع کرنے ہی کا شوق ہے تو اسے یہ تو حق ہے کہ وہ جمع کرے مگر اسلام اس سے از روئے قانون اسکی اس جمع سے ۲½ فیصد رقم ان لوگوں کی ضروریات کیلئے لے لیتا ہے جو معاشی طور پر محروم رہ گئے ہیں۔ اسی کا نام زکوٰۃ ہے۔ اس کے بعد بھی دولت اگر کسی شخص کے پاس سمٹی رہ گئی ہے تو اس کے مرنے کے بعد اسلام اپنے قانونِ وراثت کے ذریعہ اس دولت کو پھر متعدد ہاتھوں میں پہنچا دیتا ہے۔ غرض اسلام نے اپنے معاشی نظام کی پوری تعمیر ایسے انداز سے اٹھائی ہے کہ اس میں گردشِ دولت کی ناہمواری پیدا ہی نہیں ہونے پاتی اور اسطرح سرمایہ دارانہ نظام کی ایک بڑی خرابی کا از خود علاج ہو جاتا ہے۔

اس پوری تفصیل کے بعد قارئین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اسلام نے انفرادی ملکیت کے حق کو حدود و قیود کا پابند بنا کر کیسے احسن طریقہ سے اجتماعی مفاد کا تحفظ کرنے کے ساتھ ساتھ افرادِ معاشرہ کی انفرادی و اجتماعی حیثیت کو کتنا باہم مربوط رکھا ہے اور اس طرح ان تمام خرابیوں کا ابتدا ہی میں مکمل سدباب کر دیا ہے جن سے آج ہم سرمایہ داری کے مطلق و غیر محدود تصورِ ملکیت کے نتیجے میں دوچار ہیں۔ فی الحقیقت نظامِ سرمایہ داری کے نتیجے میں انسانی معیشت جس فساد کا شکار ہے اسکی اصلاح کی واحد اور صحیح صورت یہی ہے جو اسلام نے اختیار کی ہے۔ اشتراکیت کو تو اس فساد کی اصلاح کا محض دعوٰی ہی دعوٰی ہے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اشتراکیت نے انسانی معیشت کی اصلاح کا جو راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ اصلاح کی بجائے فسادِ مزید کیطرف لے جاتا ہے۔ دلائل اور تجربہ دونوں اس حقیقت کے شاہد ہیں۔